الماوردی کے تصورِ وزارت کا تاریخی وتنقیدی جائزہ

جناب احمد حسن صاحب، شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

موجودہ دور میں مملکت کے چار اجزار بتائے جاتے ہیں۔ مشہور ماہرِ علم سیاسیات پروفیسر گارنر کا خیال ہے کہ مملکت بغیر چار اجزار (ELEMENTS) کے مکمل نہیں جن میں اقتدارِ اعلیٰ (SOVEREIGNTY)، آبادی (POPULALION)، حکومت (GOVERNMENT) اور خطۂ زمین (TERR ORY) شامل ہیں۔ یہ وہ اجزار ہیں جن کو ہر زمانہ میں ملحوظِ خاطر رکھا گیا۔ جس طرح موجودہ دور میں اقتدارِ اعلیٰ کا مالک صدر اور حکومت کا مالک وزیرِ اعظم کہلاتا ہے[۱]۔ یہی صورتِ حال اس دور کی بھی تھی جو فی الحال زیرِ مطالعہ ہے۔ رحلتِ رسولؐ سے زوالِ عباسیہ تک مقتدر نے مختلف القاب و خطابات اختیار کئے مثلاً خلیفہ، امیر المومنین یا امام وغیرہ۔ موجودہ وزیرِ اعظم کے بجائے اس دور کے حکومت کے مالک کو صرف وزیر کہا جاتا تھا اور عباسی دور میں حکومت کے

۱؎ جیسا کہ ہندوستان، نیپال، اسرائیل وغیرہ ممالک میں ہے جن میں برطانیہ بھی شامل ہے۔

کے اس افسرِ اعلیٰ کو بھی مختلف خطابات سے یاد کیا جاتا تھا مثلاً اموی اسپین میں حاجب، مشرقی ترکی میں دعوۃ دار اور زناتہ میں وکیل کہلاتا تھا۔

ماوردی وہ پہلا مصنف ہے جس نے ایک باقاعدہ تصورِ وزارت پیش کیا۔ اس مختصر مقالہ میں اس کے مکمل تصورِ وزارت کی توضیح ممکن نہیں۔ لہذا ماوردی کے تصورِ وزارت کے چند اہم ترین پہلوؤں کی تاریخی توضیحات پر ایک نظر ڈالی جائے گی۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ دفترِ وزارت کی ایک مختصر تاریخ پر بھی روشنی ڈالی جائے۔

مفکرین اور مؤرخین مختلف الرائے ہیں کہ اس ادارۂ وزارت کی شروعات سب سے پہلے کہاں اور کب ہوئی، عربوں نے کس مملکت کے اثر کے تحت وزارت کو بحیثیت انتظامی ادارہ قبول کیا اور سب سے پہلے کس شخص کو دفترِ وزارت پر فائز ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ گو بیٹن، آر۔ پی۔ ترپاٹھی، فریہنر بلنگر، انل چندر بنرجی جیسے نامور مورخین و مفکرین کا خیال ہے کہ یہ ادارہ ساسانی دور کی ایجاد ہے بلنگر کے مطابق لفظ وزیر اوستا کے لفظ وسرا سے مشتق ہے۔ یہ رائے ناقابلِ قبول معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ ساسانی دور کا وزیر بادشاہ کے مشیرِ کار سے زیادہ کچھ نہیں تھا اور عملاً قاضی کے اختیارات کا مالک تھا جبکہ یہ دونوں کام عرب وزیر کے لئے محض ضمنی تھے۔ نیز یہ کہ ساسانی دور کی وزارت سے عباسی دور کی وزارت باعتبار ہیئت بھی مختلف معلوم ہوتی ہے۔

اس سلسلے میں بھی مورخین میں اختلاف ہے کہ عربوں میں اس ادارہ کا تصور کب سے موجود تھا اور اس کا اطلاق کب ہوا۔ ہٹی[1] کے نزدیک یہ ادارہ ایرانی اثرات کے تحت وجود میں آیا۔ گویا انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ قبل عرب اس ادارہ سے ناواقف تھے اور عربوں کی تاریخ کا سہرا خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ بن خطاب کے سر ہے۔ یہ خیال بھی قابلِ قبول نہیں

---

[1] ہسٹری آف دی عربس ج ص ۳۱۸، لندن ۱۹۷۰ء۔

اس لیے کہ جو عرب رومیوں اور ابیسینیوں اور ایرانیوں کے طرزِ حکومت سے واقف تھے حضرت ابوبکرؓ کو رسولؐ کا وزیر خیال کیا کرتے تھے۔[1] یہی نہیں کہ عرب رسول اللہؐ کے وقت میں اس ادارہ سے واقف ہوئے بلکہ اسلام کی آمد سے قبل شعراء اس لفظ کو استعمال کرتے تھے اور ان کی مراد ایک مددگار کی ہوتی تھی۔ نیز یہ کہ بنی ثقیفہ میں انصار اور مہاجرین کے درمیان خلافت کا تنازعہ اسی بنیاد پر حل کیا گیا کہ قریشیوں میں سے امیر اور انصار میں سے وزیر مقرر کیا جائے گا۔ اسی بنیاد پر ابوبکرؓ خلیفہ مقرر ہوئے مگر انصار وزارت سے محروم رہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عرب وزیر کو محض ایک مشیر اور قاضی ہی نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ اس کو تقریباً امیر کا ہم پلہ خیال کرتے تھے۔ یہ صورت حال نہ تو روم میں تھی، نہ ابیسینیہ میں اور نہ ہی ایران میں۔ روم میں ایک کونسل تھی جو بادشاہ کو مختلف کاموں میں مشورہ دیا کرتی تھی اور اس کونسل کے ممبروں میں سے جو شخص فوجی نظام کا مالک ہوتا تھا بادشاہ اور پوری کونسل پر زیادہ اثر و رسوخ استعمال کیا کرتا تھا۔ ابیسینیہ کا وزیر بھی ایک مشیر کے برابر تھا اور کتابت اس کا اہم کام تھا۔ اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسے بااختیار ادارہ کا تقابلی مطالعہ صرف ہند میں ممکن ہے مثلاً کوٹلیہ (چندرگپت کا وزیر) وزیر اور بادشاہ کو ایک گاڑی کے دو پہیئے خیال کرتا ہے۔ اسی طرح ہری سین جو سمدرگپت کا باقاعدہ وزیر تھا، اختیارات اور اثر و رسوخ میں کسی عرب وزیر سے کم نہ تھا۔

جہاں تک تصورِ وزارت کے بحیثیت ادارہ اطلاق کا تعلق ہے اس کی تصویر واضح دکھائی نہیں دیتی کہ اس کا اطلاق کیونکر نہ کیا گیا اور سب سے پہلے کس شخص کو کس وقت

---

[1] الماوردی "الاحکام السلطانیہ" ص ۲۲، قاہرہ ۱۹۳۱ء

[2] ابن قتیبہ "المعارف" ص ۵۴-۱۴۳، قاہرہ ۱۳۰۰ھ اور مقدمہ ابن خلدون انگریزی ترجمہ از روزنتھال جلد دوم ص ۸۔

وزیر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اولین خلفاء نے شاید اپنے سیاسی تقاضوں کے تحت وزارت کو دانستہ طور پر ٹالے رکھا جبکہ ان کو اس ادارہ کی ضرورت بھی شدت سے محسوس ہوئی۔ ان کی ضرورت کا احساس اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں حضرت عمرؓ، حضرت عمرؓ کے دور میں حضرت عثمانؓ، حضرت عثمانؓ کے دور میں حضرت علیؓ اور حضرت علیؓ کے دور میں ابو عبید اللہؓ بن رافع وزیر کے فرائض انجام دیتے رہے لیکن عرف عام میں ان کو کاتب کہا جاتا تھا۔

اموی دورِ حکومت میں بھی صحیح حالات کا علم نہیں۔ امیر معاویہ نے جہاں تمام نظام حکومت کو باقاعدہ منظم اور درست کیا اور نئے نئے ادارے قائم کئے وہیں ایک ادارہ دیوان الرسائل بھی وجود میں آیا جس کے افسر کو کاتبِ دیوان کہا جاتا تھا اور یہی شخص خلیفہ کی ہر قسم کی مدد کرتا تھا۔ اس بات کے واضح ثبوت موجود نہیں کہ کیا کاتب آزادانہ طور پر احکام جاری کر سکتا تھا یا نہیں۔ اس عہدیدار کو وزیر کی حیثیت حاصل تھی۔[۱] اسی لئے موجودہ دور کے مورخین یہ کہنے میں احتیاط سے کام نہیں لے پاتے کہ کاتب کو اموی دور میں وزیر کی حیثیت حاصل تھی جبکہ یہ رائے اس وقت تک قابلِ قبول نہیں جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ کاتب آزادانہ فیصلے کر سکتا تھا۔ اس کے بارے میں یہ کہنا بھی محال ہے کہ اس کی حیثیت وزیر تنفیذ کی سی تھی۔ البتہ عبدالملک کا کاتب سالم اور مروان کا کاتب عبدالحمید بڑی حد تک آزادانہ طور پر کام کرتے تھے لیکن ان کے اختیارات اپنے دیوان تک محدود تھے اور حاجب کا عہدہ بھی اسی قدر اہمیت کا حامل تھا۔ حاجب، صاحب البرید، مؤذن اور خوراک کے افسر کے سوا کسی کو بھی خلیفہ کی ملاقات سے محروم کر سکتا تھا۔[۲]

۱؎ طباطبا "الفخری" انگریزی ترجمہ از سی۔ ای۔ جے۔ ڈی۔ وٹنگس ص ۱۳۶ لندن ۱۹۴۷ء

۲؎ ابن خلدون ایضاً ص ۹

یہ وزارت عباسی وزارت سے میل نہیں کھاتی اس لئے کہ عباسی کاتب وزراء کے تابع تھے نہ کہ مساوی۔ صحیح معنی میں دفترِ وزارت خلافت عباسیہ ہی میں وجود میں آیا، پھلا پھولا اور اسی دور میں نیست و نابود ہوا۔

گوئیٹن کا خیال ہے کہ منصور پہلا خلیفہ تھا جس نے خالد بن جعفر بن برمک کو پہلا وزیر مقرر کیا۔[1] مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ابو العباس سفّاح کے دورِ حکومت میں وزیر کے لقب سے ایک نام ملتا ہے۔ حفص بن سلیمان جس کو عام طور پر تاریخ میں ابو سلمان الخلال کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سفّاح کا باقاعدہ وزیر تھا جس کو خلیفہ نے قتل کروا دیا تھا۔ اس کے قتل کے بعد عرصہ تک لوگ وزیر ہونے کو ہلاکت سے تعبیر کرتے تھے۔ چنانچہ بہت سے لوگ وزیر ہونے کے باوجود اس لقب سے بچتے رہے۔ خالد بن برمک کا نام بھی انہی اشخاص میں سے ایک ہے۔[2] گوئیٹن جو خود ایک فلسطینی ہے یہ ثابت کرنے پر بضد ہے کہ عباسی دورِ حکومت کا سب سے پہلا باقاعدہ وزیر نہ تو ایرانی تھا نہ عرب بلکہ ایک فلسطینی تھا جس کو مہدی نے وزیر مقرر کیا تھا اس کا نام ابو عبید اللہ تھا۔ ابو عبید اللہ کو مہدی کے اتالیق ہونے کا بھی موقع ملا تھا۔ یہ تحقیق محض جذبات پر مبنی معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ اگر ابو سلمان، ابو ایوب موریانی اور خالد بن برمک کو وزیر تسلیم نہیں کیا جا سکتا تو عبیدہ بھی اس زمرہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ طبری کی فہرست میں عبید بحیثیت کاتب نظر آتا ہے اور جہشیاری بھی اس امر کی تصدیق کرتا ہے۔ البتہ مہدی کے مقرر کردہ وزیر یعقوب بن داؤد کے نام کی تصدیق طبری اور جہشیاری دونوں کرتے

---

[1] اسلامک کلچر (۱۹۴۲) ص ۲۰۲، ۳

[2] طباطبا۔ ایضاً ص ۱۴۷ اور ۵۰ - ۱۴۹۔

ہی تھا۔ لیکن اس کو مقید کر لیا گیا اور ہارون نے قید سے رہا کیا بعد میں شہر مکہ میں ۱۸۶ھ میں انتقال کر گیا۔[1]

الفیض بن ابو صالح کی وزارت تک جو لوگ اس عہدے پہ فائز ہوئے وزیری صلاحیتوں کے مالک تھے اور ان کی ذات کے خلاف کسی قسم کے الزامات نہیں پائے جاتے۔ مگر ہادی کے دور میں وزارت بجائے صلاحیتوں کے ذاتی عشق کی بنیاد پر عطا کی گئی۔ جس سے خلافت اور وزارت دونوں اداروں کی عظمت اور حرمت پر حرف آیا۔ ابراہیم بن ذکوان کا تقرر اس بنیاد پر ہوا کہ ہادی اور ذکوان کے تعلقات کی بدنام کن کہانیاں عوام میں گشت کرنے لگی تھیں۔ مہدی اس وجہ سے ہادی کو خلافت سے محروم کرنا چاہتا تھا کہ مہدی کا انتقال ہو گیا۔[2]

اس نشیب و فراز کے بعد وزارت ایک سرالی مرحلے میں داخل ہوتی ہے اور یہ ادارہ اپنے پورے آب و تاب کے ساتھ دوبارہ نمودار ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب حکومت ایک نائب کے ذریعہ چلائی جاتی ہے اور حکومت کی باگ ڈور ایک بیس سالہ ناتجربہ کار نوجوان کے ہاتھ آتی ہے جسے مورخین ہارون الرشید کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس خلیفہ نے اپنے اتالیق یحییٰ بن خالد بن جعفر بن برمک کو اس کی اس خدمت کا معاوضہ عہدۂ وزارت بخش کر چکایا کہ اس نے ہادی کا پیش کیا ہوا بیس ہزار درہم کا تحفہ قبول نہیں کیا جس کے سبب یحییٰ کو مہدی کی اس وصیت

---

[1] طبری حصہ دوم ص ۴۳۔ ۸۳۶، قاہرہ ۱۹۳۰ء اور جہشیاری کتاب الوزراء والکتاب جلد اول صفحات ۱۶۱، ۱۸۱، ۱۸۶، قاہرہ ۱۹۳۸ء

[2] طباطبا۔ ایضاً ص ۸۳۔ ۱۸۰

[3] طباطبا۔ ایضاً ص ۱۸۹۔

کو بدل دینے پر خاموش رہنا تھا کہ ہادی کے بعد ہارون خلیفہ ہو۔ ہادی چاہتا تھا کہ ہارون کے بجائے اس کا اپنا بیٹا جعفر بن ہادی تخت نشین ہو۔[۱] ہارون نے اپنی وزارت یحییٰ کے حوالے کرتے ہوئے کہا "میں تم پر اپنی رعیت کی ذمہ داری ڈالتا ہوں، تم جس طرح چاہو انصاف کرو، جس کو چاہو مقرر کرو، جس طرح چاہو حکومت کی آمدنی و اخراجات چلاؤ اور میں خود کو ان جھگڑوں میں ملوث نہیں کروں گا۔"[۲] لیکن یہ صورت حال صرف اس وقت تک ہی نظر آتی ہے جب تک کہ ہارون کی ماں خیزران حیات تھی۔ اس لیے کہ چند برس تک شاہی مہر فضل بن ربیع کے پاس تھی۔ اس سے دفتر وزارت میں شرکت کا احساس ہوتا ہے لیکن بعد میں جعفر بن برمک اس مہر کا مالک ہوا۔[۳] اس طرح دفتر وزارت دوبارہ خاندان برامکہ میں منتقل کر گیا۔ ان کے عروج کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یحییٰ وزیر، جعفر صاحب دیوان الخاتم والرسائل اور فضل بن یحییٰ صاحب دیوان الخراج تھے اور یحییٰ کے ریٹائرمنٹ کے بعد دفتر وزارت جعفر اور فضل دونوں بھائی مل کر چلاتے رہے لیکن یحییٰ کی طرح ان میں سے کسی کو امیر یا ذوالوزارتین جیسے بھاری بھرکم اور پُر وقار القاب و خطابات عطا نہیں کئے گئے۔ برامکہ کی قوت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ ہارون ان کو اپنے خاندان کا دشمن تصور کرنے لگا تھا۔ نظام حکومت کے بھی بہت سے افراد اپنی ذاتی ترقیوں میں رکاوٹ کے سبب بغض و عناد رکھنے لگے اور ہارون کی توجہ مسلسل اس جانب مبذول کراتے رہے اور ہارون خود بھی اس سے رہائی کا مشتاق تھا۔ لہٰذا ہارون نے اپنے ایک معتبر غلام الختلی کو جس کا نام

---

[۱] طباطبا۔ ایضاً ص ۱۹۴۔

[۲] جہشیاری ص ۲۱۳۔

[۳] طبری ایضاً ص ۱۳۔۶۰۹ اور ۶۴۴۔

مسرور کو حکم دیا کہ وہ جعفر کا سر قلم کر کے پیش کرے اور فضل اور یحییٰ کو قید کر کے الرقاع روانہ کیا۔ تمام شعراء پر پابندی عائد کر دی گئی کہ وہ برامکہ کی تعریف میں مرثیہ خوانی نہ کریں ورنہ سزا کے مرتکب ہوں گے۔[1]

عرصہ دراز تک ہارون نے وزارت کے بغیر کام چلانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا اور فضل بن ربیع کو وزیر مقرر کیا مگر اب وزارت کی وہ عظمت باقی نہ رہی۔ اس نے دفترِ وزارت کے تحت آنے والے تمام دفاتر کو مختلف افراد میں تقسیم کر دیا جن میں اسمٰعیل بن صبیح کا نام سرفہرست ہے جس کے زیر نگرانی دیوان الخراج، دیوان الصوافی اور دیوان الرسائل تھے۔ دیگر تمام دفاتر بھی آزادانہ طور پر کام کرنے لگے۔

دفترِ وزارت کی جو شکل یحییٰ کے دور میں تھی تقریباً وہی صورت مامون کے وزیر فضل بن سہل کے دور میں بھی ملتی ہے۔ یحییٰ کا لقب، ذوالوزارتین تو فضل بن سہل کا خطاب ذوالریاستین تھا۔ فضل نے مامون کو تخت دلانے کے لئے امین کے مقابلہ میں جنگ کی۔ ہارون کی طرح مامون بھی بیس برس کا ناتجربہ کار شہزادہ تھا۔ ہارون کی طرح مامون بھی حکومت کے کاروبار سمجھتا رہا اور اسی کی طرح مامون نے بھی اپنے ذاتی سکون کے عوض برامکہ کے بجائے فضل کے قتل سے سیاسی انتشار و اختلال حاصل کیا مگر فضل کے خاندان کو بخش دیا۔

مامون کے بعد نہ تو خلافت اور نہ وزارت اپنی اصل حالت کو برقرار رکھ سکی۔ خلافت پر ترک غالب آئے تو وزارت بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ فوجی امیر نہ صرف خلیفہ کو متاثر کرتا تھا بلکہ وزیر کو بھی ڈراتا دھمکاتا تھا۔ نتیجتاً ابوالصقر بن اسمٰعیل بن بلبل کے علاوہ کوئی بھی شخص دس برس سے زیادہ وزیر نہ رہ سکا۔ جبکہ ایک برس

---

[1] طباطبا ص ۹-۲۰۳

اور چند ماہ کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ آل بویہ نے پر وقار دفتر وزارت کو چند سکوں کے عوض فروخت کر دیا اور وزیر کی حیثیت محض خلیفہ کے ہم نشین کی سی ہو کر رہ گئی۔

ترکوں کے دور میں فوج نے بر سر عام وزراء کو قتل کیا اور خلفاء کو اندھا کیا۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ وزیر کا تقرر خلافت اور امارت کی ایک ضرورت تھی تو وزیر کا قتل خلفاء اور امراء کی عادت، وزیر ہونا باعث فخر تھا تو قتل ہونا ان کی قسمت۔

جہاں تک وزیر کے اختیارات کا تعلق ہے اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ خلفاء مملکت کا مالک کل اور وزراء حکومت کے افسر اعلیٰ خیال کئے جا سکتے ہیں۔ مسلم مملکت کی روشنی میں یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ حکومت کے تین حصوں (Organs) کے بجائے اس مملکت میں صرف دو حصے ہونا کافی ہیں یعنی اس میں کسی قانون ساز ادارہ کی زیادہ ضرورت نہیں اس لئے کہ اسلام بذات خود ایک مکمل قانون ہے دوسرے یہ کہ اجتہاد کی ضرورت کو محض سیاسی رہنما پورا نہیں کر سکتے تا وقتیکہ وہ حکمران اسلام کی کلیات و جزئیات سے پوری طرح واقف نہ ہوں۔ عدلیہ کا آخری منصف خود خلیفہ یا امام ہوتا تھا لیکن وہ وقتاً فوقتاً وزراء سے بھی یہ کام لیتا تھا۔ مثلاً ہادی ہفتہ میں تین دن خود سماعت کرتا تھا گویا چار روز یہ فرض وزراء انجام دیتے تھے۔ ہارون نے دار المظالم پوری طرح یحییٰ پر چھوڑ دیا۔ مامون صرف یکشنبہ کو دار المظالم تشریف لاتا تھا گویا باقی دنوں میں وزراء یہ فرض انجام دیتے تھے۔ وزیر کی یہ حیثیت خلیفہ کے بعد دوسرے درجہ کی اور قاضی سے برتر تھی لیکن قاضی کا تقرر کرنا اس کے دائرے سے باہر تھا۔

وزیر کے عاملانہ اختیارات میں بالعموم کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی خواہ اس کے

لہ طبری ص ۶۳۶

پاس عادلانہ اور انتظامی اختیارات بھی نہ رہے ہوں۔ لیکن یہ تمام اختیارات وزراء کے لئے محض ضمنی تھے اس لئے کہ وہ درحقیقت مالی اختیارات کا مالک تھا اور یہی سبب ہے کہ وزراء کے قتل یا قید غبن کے الزام ہی ہوا کرتے تھے۔ ملک کی آمدنی واخراجات کے لئے وزیر ہی ذمہ دار تھا۔ دیوان الخراج اور دیوان الاضمۃ عام طور سے براہ راست اس کی نگرانی میں کام کرتے تھے اور ان اداروں کے افسر اعلیٰ وزیر کے سامنے جواب دہ تھے۔

فوجی نظام بھی کبھی کبھی وزراء کو دے دیا جاتا تھا جسے وہ عارض کے ذریعہ انجام دیتے تھے۔ جن وزراء کے پاس یہ اختیارات رہے ان میں یحییٰ برمکی، فضل بن سہل، اسمٰعیل بن بلبل کا نام سرفہرست ہے۔ اسی طرح غزنوی دور میں احمد حسن میمندی اور سلجوقی دور میں نظام الملک طوسی کے اسمار گرامی بھی قابل ذکر ہیں۔

انھیں تمام اختیارات اور قوت کی بنیاد پر ماوردی نے وزارت کے دو درجات بیان کئے ہیں۔ ان درجات کو اکثر مورخین ومفکرین نے اقسام خیال کیا ہے لیکن ان کو اقسام کہنا قطعاً بے بنیاد ہے اس لئے کہ تاریخ اسلام کے کسی وزیر کو بحیثیت وزیر تفویض یا وزیر تنفیذ کہہ کر تقرر نہیں کیا گیا بلکہ ان کے اختیارات اور قوت کے پیش نظر ہی ان کا درجہ متعین کیا گیا۔ پہلے درجہ میں وہ وزراء شامل ہیں جو حکومت کے سیاہ وسفید کے مالک تھے۔ اس طبقہ کے وزراء کا مورخین نے خصوصی تذکرہ کیا ہے۔ اسی درجہ کے وزراء کو ماوردی کی زبان میں وزیر تفویض کہا جا سکتا ہے۔ یہ وزراء بعض معاملات میں تو خلفاء سے بھی برتر ہو سکتے تھے مثلاً مالی معاملات[۱]۔ یہ وہ درجہ ہے جس نے اپنے حکمرانوں کا نام روشن کیا۔ عباسیوں میں برامکہ، سامانیوں

---

[۱] الماوردی "الاحکام" ص ۲۲ اور ادب الوزیر ص ۹

میں بلعمی، غزنویوں میں احمد حسن میمندی کے علاوہ فخرالدولہ کا وزیر صاحب عباد، سلجوقیوں کے وزیر ابو النصر کندری اور نظام الملک وغیرہ اسی قسم کے وزیر تھے[1]

اسی طبقہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے مورخین اور مفکرین نے اس ادارہ کی تعریف بیان کی ہے جس سے اس عہدہ کی اہمیت و حیثیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ابن خلدون کا خیال ہے کہ وزارت فرائض و مناصب حکومت کی ماں ہے[2] اس کا مطلب یہ ہوا کہ حکومت کے تمام فرائض و مناصب کی ایجاد خلیفہ یا بادشاہ کے ساتھ مل کر وزراء کیا کرتے ہیں۔ گویا خلیفہ کے لئے حکومت کے کام انجام دینا بغیر وزیر کے اتنا ہی مشکل ہے جتنا بچہ کی پیدائش میں ماں کے بغیر باپ کے لئے۔

دوسرا طبقہ باعتبار اختیارات ان وزراء کا ہے جن کو صرف عاملانہ فرائض کی انجام دہی کے لئے مقرر کیا جاتا تھا گویا ان کی حیثیت ایک آفس کلرک سے زیادہ کچھ نہ تھی اور وزراء کی یہ حالت سیاسی انتشار، مالی بدحالی، خلفاء اور امراء کی خانہ جنگیوں اور وزراء کی کم صلاحیت کے سبب پیدا ہوئی۔ یہ اس دور کی تاریخ پر ایک بدنما داغ معلوم ہوتا ہے جس میں دنیا نے ابن الرائق، توزون، آل بویہ، سلجوقیوں وغیرہ نے عباسی وزراء کو محض بطور نمونہ مسند وزارت پر بٹھا رکھا تھا جن کا کام صرف یہ تھا کہ وہ عوام سے جائز و ناجائز محصول وصول کریں اور ان حکمرانوں کی فوجی و غیر فوجی ضرورتوں کو خاموشی سے پورا کرتے رہیں۔ یہی وہ طبقہ ہے جس کو ماوردی کی اصطلاح میں وزیر تنفیذ کہا جاتا ہے جس کو

---

[1] سیاست نامہ ص ۱۷۱ تہران ۱۳۲۰ھ ہجری

[2] ابن خلدون ایضاً ص ۵۔

صرف عاملانہ اختیارات حاصل تھے[۱]

مختصر یہ کہ وزیر کو اپنی بقا کے لئے کم از کم چار فرائض انجام دینا پڑتے تھے یعنی نفاذِ قوانینِ شاہی، اقدام، دفاع اور مالی ضرورتوں کی کمی کو پورا کرنا۔ نفاذ کے معاملہ میں وہ رعایا کی عادتوں اور وقت کے تقاضوں کو ذہن میں رکھے[۲]۔ دفاع سے مراد یہ ہے کہ وہ بادشاہ کی دستوں سے حفاظت کرے خواہ رشوت سے یا وعید سے۔ دوسرے یہ کہ مملکت کے اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے حفاظت کرے، اس کے لئے خزانہ معمور، مملکت آباد و خوشحال، فوج مرتب و مرصع رکھے۔ اور رعیت کو خوف و اختلال سے محفوظ رکھے، اس کے لئے پولیس اور انصاف کا معقول انتظام کرے، قیمتوں میں اتار چڑھاؤ پر نظر رکھے، حکومت کے اخراجات کو عوام پر بوجھ نہ بننے دے[۳]۔ محصول کی وصولیابی میں قدرتی تقاضوں کا خیال رکھے یعنی محض ضابطوں کے سبب فصل کی کٹائی سے قبل محصول کی ادائیگی کے لئے کسانوں کو مجبور نہ کرے کیونکہ اس سے وہ اپنی زمین اور بیل وغیرہ بیچنے پر مجبور ہوں گے اور بالآخر حکومت کی آمدنی کم سے کم تر ہوتی چلی جائے گی[۴]۔

جس طرح وزیر کے اختیارات غیر محدود ہیں اور وقتاً فوقتاً ان میں کمی بیشی ہوتی رہی ہے اسی طرح ان کی صلاحیتیں بھی غیر محدود ہیں۔ خاندان برامکہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے ماوردی لکھتا ہے بحدیثِ نبوی ہے کہ اللہ نے دنیا کو تلوار (سیف)

---

[۱] ادب الوزیر ۔۔۔۔ ص ۱ مطبوعہ ۱۹۲۹ء

[۲] ادب ص ۱۱-۱۰

[۳] ایضاً ص ۱۴-۱۲ اور ۱۸-۱۶

[۴] سیاست نامہ ص ۲۲

اور قلم کے لئے پیدا کیا اور تلوار کو قلم کے ماتحت بنایا[1] ابن خلدون اسی بنیاد پر کہتا ہے کہ وزیر کو سیف و قلم پر قادر ہونا چاہیے[2] آلِ برامکہ میں سیف و قلم پر قدرت رکھنے کی صلاحیت موجود تھی۔ پھر بھی وہ سیاست کے اکھاڑہ میں ناکام ہوئے۔ ماوردی کہتا ہے کہ نسب کے سوا وزیر میں وہ تمام صلاحیتیں موجود ہونا چاہئیں جو خود خلیفہ کے لئے لازم ہیں بلکہ چند زائد شرائط بھی پوری کرتا ہو[3] خلیفہ مامون الرشید جو فضل جیسے باصلاحیت وزیر کے قتل کا ذمہ دار تھا، ایک ایسے وزیر کو تلاش کرتا ہے جس کے اندر یہ تمام خوبیاں موجود ہوں۔ "وہ عفیف و وضع دار ہو، مہذب و تجربہ کار ہو، اسرارِ حکومت کا امین ہو، مشکل ترین کاموں میں مستعد ہو، جس کے سکوت سے حلم اور گفتگو سے علم نمایاں ہو، وہ آنکھ کے اشارہ سے بات سمجھ سکے، اس کے اندر امرار کا سا رعب، حکمار کی سی دور اندیشی اور فقہار کی سی سمجھ ہو، اگر اس پر احسان کیا جائے تو ممنون ہو، اپنی چرب زبانی اور فصاحت سے قلوب کو موہ لے اور اس میں مجتہدین کی سی عقل و فراست ہو۔"

یہ تمام صلاحیتیں وہ ہیں جو تقریباً ہر وزیر تفویض کے اندر موجود تھیں اور تقریباً ہر وزیر تفویض کو خلیفہ، شہنشاہوں یا فوجی افسران کے غیظ و غضب کا شکار ہونا پڑا اور یہ اس دور کی سیاست میں وزرار کی ناکامی کا واضح ثبوت ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ محض مندرجہ بالا صلاحیتیں وزرار کی کامیابی کے لئے کافی نہ تھیں بلکہ کامیاب ترین وہ شخص تھا جو یا تو خود کو سیاسی بحران سے علیحدہ کر لیتا یا جو ایک بہترین سازش کار

---

[1] ادب ص ۱۰

[2] ابن خلدون ص ۱۰

[3] امام کی صلاحیتوں کے لئے الاحکام صفحہ ۶ سے ۲۱ تک مطالعہ کیجئے۔

ہوتا تھا۔ وہ شخص اتنا ہی کامیاب رہا جتنا بڑا سازش کار تھا۔ جس وقت بھی اپنے دشمنوں اور مخالفین پر اس کی گرفت کمزور ہوئی اس کی اپنی جان خطرہ میں پڑی۔ ایسے دشمنوں میں ہم پلہ جن میں شہنشاہ بھی شامل ہے اور ماتحت افسران دونوں ہی شامل ہیں۔ کم رتبہ لوگ بھی زیادہ رتبہ کی خاطر دشمن تھے۔ ایسی صورت حال میں وزیر کو چاہیئے تھا کہ وہ حکمران کی خدمت کو مملکت کی خدمت پر ترجیح دے اور ماتحت افسران کو نہ تو اتنا ابھرنے دے کہ مصیبت بن جائیں اور نہ اتنا کمزور کرے کہ وقت پر ساتھ بھی نہ دے سکیں یعنی رشوت اور وعید دونوں طرز عمل اختیار کیے جا سکتے ہیں[۱] افسران میں حاجب سب سے زیادہ وزیر کے لئے نقصان دہ ثابت ہوا اس لئے کہ سازش میں یہی عہدہ دار زیادہ بہتر رول ادا کر سکتا تھا۔ اگر دفتر کے اوقات میں وزیر حکمران کے قریب تھا تو ذاتی زندگی میں حاجب یا وکیلِ در اس کے زیادہ نزدیک رہا۔ یہی سبب ہے کہ وزیر کے قتل کے بعد حاجب یا وکیلِ در ہی اس کا جانشین مقرر ہوا مثلاً ابو ایوب کے بعد الزمیؔ بن یونس، برامکہ کے قتل کے بعد ہارون کا حاجب فضل بن ربیؔ، فضل بن سہل کے بعد مامون کا حاجب حسن بن سہل اور احمد بن سہل وزارت کے عہدہ پر قابض ہونے میں کامیاب ہوئے۔[۲] نظام الملک طوسی کے قتل کے بعد وکیلِ در تاج الملک ابو الغنائم وزیر مقرر ہوا۔

اوپر کے بیان سے درج ذیل نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں:

۱۔ عرب اسلام کی آمد سے قبل بھی دفترِ وزارت سے بخوبی واقف تھے اسی لئے اس دور کی شاعری میں وزیر کا لفظ مستعمل تھا اور یہ تصور بنی ثقیفہ کے معاہدہ کے وقت پورے

---

[۱] ادب ص ۱۴۔۱۲ اور ۳۰۔۲۸

[۲] طباطبا ص ۱۷۶، ۲۱۴ اور ۲۵۔۲۲۰

طور پر واضح نظر آتا ہے۔

۲۔ یہ طرزِ مطالعہ غیر موزوں معلوم ہوتا ہے کہ لفظِ وزیر کا لسانی مطالعہ قرآن کو بنیاد بنا کر عربی سے کیا جائے اور بحیثیت ادارہ اس کی ابتدا ایران میں ہو اس لئے کہ کسی نہ کسی صورت میں تقریباً تمام ادارے اس دور کی تمام مملکتوں میں موجود تھے البتہ ان کے نام اپنی اپنی زبان میں رکھے گئے تھے مثلاً ایران میں زبانِ اوستا میں "دُسرہ" تو ہندوستان کی سنسکرت میں "منتری" کہا جاتا تھا اسی لئے ماوردی یہ تسلیم کرتا ہے کہ جو عرب روم، ابی سینیا اور ایران کے طرز سے واقف تھے ابوبکرؓ کو رسول اللہؐ کا وزیر کہتے تھے۔

۳۔ یہ رائے بھی ناقابل قبول ہے کہ عربوں نے ایران کے اثر سے یہ ادارہ قائم کیا اس لئے کہ اگر ایرانی طرز کی وزارت کا عربی طرز کی وزارت سے مقابلہ کیا جائے تو عرب ادارۂ وزارت ایرانی طرز وزارت سے بالکل مختلف ہے اور اختیارات و اثر و رسوخ کے مطالعہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ عرب، طرزِ وزارت ہندوستانی طرز وزارت سے کافی ملتی جلتی تھی۔

۴۔ یہ موقف بھی ناقابلِ فہم ہے کہ اس ادارہ کی بنیاد خلفاء اور وزراء کے برادرانہ رشتہ پر تھی بلکہ اس دور کے سیاسی تقاضوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے وزراء کی ذاتی صلاحیتوں کا ان کے تقرر میں زیادہ دخل تھا اور وزراء اور خلفاء کا دودھ شریک بھائی ہو جانا محض حسن اتفاق تھا۔ فاطمیوں نے اگر کبھی وزیر مقرر بھی کیا تو سیاسی ضرورتوں کے تحت۔ اس کے سنی ہونے کا اعتبار کیا اس لئے کہ مصر کی اکثریت سنی مسلمانوں کی تھی۔

۵۔ ماوردی نے وزیر کے ان اختیارات کو نظریاتی پیرایے میں پیش کیا ہے جن کو اکثر وزراء اپنی صلاحیتوں اور حالات کے تحت عمل میں لاتے رہے۔ اسی لئے

اختیارات وزیر کے ضمن میں لکھتا ہے کہ وزیر صرف ان کاموں کو انجام دے گا جن کا صریحی حکم ہے اور ان سے باز رہے گا جن کی ممانعت ہے۔

۶۔ وزیر کی تمام صلاحیتیں بگڑتی ہوئی سیاسی صورت حال میں ناکام ہو چکی تھیں سوائے اس کے کہ وہ وقت کی نزاکت کو کس حد تک سمجھنے میں کامیاب تھا اور کس حد تک خود کو ان حالات میں ڈھال سکتا تھا۔ اسی لئے اس کو مشورہ دیا گیا کہ اسے ایک اچھا سازش کار ہونا چاہیئے۔ جہاں تک اس کے مذہبی ہونے کا تعلق ہے وزیر کو صرف ان قوتوں کو کچلنے میں کامیاب ہونا چاہیئے تھا جو مذہب کے نام پر سیاسی قوت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ مثلاً قرامطہ وغیرہ۔

۷۔ ماوردی کے تمام تصور وزارت کی بنیاد تاریخی مثالوں پر رکھی گئی ہے اور اس کے طرز ادا میں حکمرانوں پر چبھتی ہوئی چوٹیں اور طنز موجود ہے البتہ ایک سرسری نگاہ ان کو تلاش کرنے سے عاجز ہے۔ الاحکام اور ادب الوزیر کی تصنیف کے وقت تک وزراء کی سرگزشت کو ذہن میں رکھتے ہوئے اپنے تصور وزارت کو ماوردی نے ایک خاص پیرایۂ ادا میں پیش کیا اور اگر وزراء کے اختیارات، صلاحیتوں اور حکمرانوں کے ساتھ ان کے تعلقات پر ایک نظر ڈالی جائے تو قتل و غارت گری کی پوری تاریخ در پردہ سامنے آتی ہے اور اس کے تصور وزارت کو سمجھنے کے لئے ان تمام تاریخی واقعات پر نظر ڈالنا لازمی ہے جن کو ذہن میں رکھتے ہوئے ماوردی نے علم سیاسیات کی کتابوں کو ترتیب دیا، نیز یہ کہ قرآنی آیات کے حوالے سے ماوردی کی مراد یہ ثابت کرنا ہرگز نہیں کہ اس ادارہ کی ابتدا نزول قرآن کے وقت سے ہوتی ہے بلکہ اس حوالے کا مقصد دیگر اداروں کی طرح دفتر وزارت کو بھی اسلامیانے کی ایک کامیاب کوشش ہے تاکہ گیارہویں صدی کے مسلم سماج اور دیگر چیلنجوں کا یہ ادارہ بھی باآسانی مقابلہ کر سکے۔